© rasailojaraid.com

اِسلامی تشکیلِ تعلیم

اُردو سائنس بورڈ کا سوال نامہ اور جوابات

نعیم صدیقی

ذیل کا سوال نامہ جناب اشفاق احمد صاحب کے مراسلاتی خط کے ساتھ موصول ہوا اور اصرار تھا کہ ضرور اور جلد جواب دیا جائے۔ (ن ۔ ص)

سوال نامہ کمیشن برائے اسلامی تشکیلِ تعلیم :-

مکرمی و محترمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

نفاذِ شریعت آرڈی ننس ۱۹۸۸ء کے تحت نظام تعلیم کی اسلامی تنظیم کے لیے ایک مستقل کمیشن قائم ہو چکا ہے اور یکم اگست ۱۹۸۸ء سے اپنے کام میں مشغول ہے۔

ابتدائی غور و خوض کے بعد منجملہ دیگر مسائل کے مندرجہ ذیل نکات خاص طور پر زیر بحث آئے ہیں۔

۱ ـــ اسلامی شعائر و اقدار اور نظریۂ پاکستان کا تحفظ۔

۲ ـــ تعلیمی نظام میں اسلامی اخوت و مساوات کے اُصول کا عملی نفاذ اور ملک میں رائج مختلف اور متعدد نظام ہائے تعلیم کا جواز یا عدم جواز۔

۳ ـــ نصابات اور نصابی کتابوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا۔

۴ ـــ معیارِ تعلیم کی بلندی۔

۵ ـــ دینی مدارس میں معاشرتی و سائنسی علوم کو شاملِ نصاب کرنے کی ضرورت۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶ ۔ اسلامی نظامِ تعلیم میں طلبا اور اساتذہ کی تنظیموں کا جواز ۔

اِن نکات کے علاوہ کسی مزید پہلو کی نشاندہی فرماسکیں تو اُسے بھی زیرِ غور لایا جاسکتا ہے ۔ اس سلسلہ میں آپ کی رائے اور عملی تجاویز ہمارے کام میں ممد و معاون ثابت ہوسکتی ہیں ۔

میں ممنون ہوں گا اگر آپ اس خط کے جواب میں توقف نہ فرمائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ۱۵ / اکتوبر ۱۹۸۹ء تک ہمیں آپ کا جواب موصول ہوجائے ۔

فقط مخلص

اسم گرامی و مہر ڈاکٹر رضی الدین صدیقی

(صدر نشین کمیشن)

سوالنامے کے جوابات از نعیم صدیقی

محترمی و مکرمی ڈاکٹر محمد رضی الدین صاحب صدیقی صاحب ! صدر نشین کمیشن برائے اسلامی تشکیلِ جدید

السلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔ آپ جیسے مخلص بزرگ کی طرف سے میرے نام سوالنامہ تعلیمی کا اجراء عزت افزائی ہے ۔ شکریہ عرض کرتا ہوں ۔

سوال نامے کے جوابات سے پہلے کچھ تمہیدی گذارشات !

جب سے پاکستان بنا ہے ، اسلامی تعلیم ، اسلامی قانون ، اسلامی اقتصادیات اور دوسرے ضمنی مباحث کے متعلق بارہا سوالنامے جاری ہوئے اور بارہا دل لگا کر جواب لکھے مگر پرنالہ وہیں رہا ۔ اب آپ نے پکارا تو کثیر اربابِ علم و فضل اور اصحابِ تجربہ و عہدہ کے ساتھ میں بھی اپنی طالب علمانہ اور درویشانہ استعداد کے ساتھ حاضر ہوں ۔ ع

بجو کام ہمارا ہے وہ ہم کرتے رہیں گے

دوسری پیچیدگی یہ سامنے ہے کہ بگڑتی ہوئی جمہوریتوں کے ہاتھوں لحاظ داریوں اور ووٹر نوازیوں کی وجہ سے بہت سے ایسے کارنامے نمودار ہوتے رہتے ہیں کہ جب مارشل لا وارد ہوجاتا ہے تو وہ ان کارناموں کے ساتھ بعض اچھی چیزوں کا بھی صفایا کردیتا ہے ۔ اسی طرح مارشل لا کے دور میں جو بھی بُرے اور اچھے کام ہوتے ہیں ، جمہوریت ان پر جھاڑو پھیر دیتی ہے ۔ آپ کا کمیشن گو جمہوری دور سے تعلق رکھتا ہے ۔ مگر صدر پاکستان مرحوم کی طرف سے اسمبلیاں برطرف کردینے کے بعد بذریعہ آرڈیننس قائم ہوا ہے ۔ کچھ معلوم نہیں کہ آنے والی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منتخب پارلیمنٹ اس کے ساتھ اور اس کی خدمات کے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔

تیسرے یہ سب کچھ اللہ کے سپرد، کمیشن اچھے مقصد کے لیے قائم ہوا ہے اور آپ کی صدارت میں جو خطوط، کاوشیں اس کی طرف سے سامنے آتے ہیں وہ مبارک ہیں، لہٰذا آپ سے تعاون کرنا ضروری ہے۔

سوال نمبر (۱)

میں اس سوال کی تائید کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ملتِ پاکستان کا نظامِ تعلیم طے کرنے سے پہلے ایک سوال انتہائی اہم ہے اور اس کا دوٹوک جواب اوّل تو ہمارے سامنے پہلے دن سے ہونا چاہیئے تھا، ورنہ کم سے کم آج تو مسئلہ تعلیم (و دیگر مسائل) پر سوچنے سے پہلے اسے طے کر لینا چاہیے۔

افسوس ہے کہ یہ سادہ سا سوال نہ تو اس وقت طے ہو سکا جب "پاکستان کا مطلب کیا؟ —— لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کے نعروں سے فضائیں لرز رہی تھیں۔ پھر یہ اس وقت بھی ایک فیصلے تک نہ پہنچا جب کہ دستور ساز نے قراردادِ مقاصد پاس کی، گذشتہ مارشل لا دور میں اسلامائیزیشن کے سلسلہ عمل کے درمیان بھی یہ موقع پیدا نہ ہوا کہ ہمارا مسئلہ نمبر ۱ حل ہو جائے۔ اب آپ کے سوال نامے نے میری توجہ پھر اس کی طرف مبذول کر دی ہے۔

بنیادی طور پر زندگی کے دو ٹائپ ہیں: ایک ملحدانہ اور مادہ پرستانہ، دوسرا خدا پرستانہ اور اخلاق پسندانہ۔ سوال یہ ہے کہ ہمیں کیسے انسان بنانا مطلوب ہے اور ان کے ذریعے کیسا معاشرہ تیار کرنا اور کیسا نظامِ اجتماعی چلانا ہے۔ ہم کس طرز کی تہذیب اضطراب زدہ انسانیت کے سامنے پاکستان کے ذریعے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اگر ہم مسلمان افراد، مسلمان معاشرہ، اسلامی عدلِ اجتماعی اور اسلامی تہذیب کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو اس فیصلے کی مدد سے نظامِ تعلیم کا ڈھانچہ اور اس کی رُوح اور اس کی ساری ضروریات حاصل ہو سکتی ہیں، اور ہر مشکل کا حل نکل سکتا ہے۔

سوال نامے کے الفاظ "اسلامی شعائر و اقدار اور نظریۂ پاکستان" کے الفاظ میں یقیناً اصل مدعا موجود ہے۔ لیکن اس طرح کے خوبصورت الفاظ مریضانِ گریز کو اس بات کا موقع دیتے ہیں کہ وہ کچھ لفظوں سے کام چلائیں مگر اصل مقصد کو سر نہ اٹھانے دیں۔ الفاظ و اصطلاحات کے اسی کھیل نے ہمارے چالیس برس برباد کر دیئے۔ طرح طرح کے تجربے، بار بار بدلتے نصاب اور نصابی کتابیں، اور نتیجہ انتشار اور ایک لایعنی پن، جو ہر طرف طاری ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میرا خیال ہے کہ بات ذرا کھلے الفاظ میں اور صاف اسلوب سے کہنی چاہیے۔

سوال (۲)

ہمارا معاشرہ جس شکل میں طبق بر طبق بنا ہوا ہے، اسی کی وجہ سے ہر معاملے میں عدم مساوات کو قائم رکھا جاتا ہے۔ اصلاح کا ایک نقطۂ آغاز تعلیم گاہ یا نظامِ تعلیم ہے۔ بدقسمتی سے خود اسی سرچشمۂ اصلاح کو کج اندیشی و غلط کاری نے اتنا گدلا کر دیا ہے کہ آگے کچھ بنتا ہی نہیں، بلکہ تعلیمی ادارے خود فتنوں اور تصادمات کا ایک سرچشمہ بن گئے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ ملک بھر میں عرصہ سے دو مطالبے بڑے زور پر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ دو طرح کے یا دو لسانی نظام ہائے تعلیم کی وجہ سے یک بام و دو ہوا کا جو تفرقہ انگیز اور طبقہ ساز ماحول بن گیا ہے اُسے یک قلم ختم کر دیا جائے۔ خاص زور اس پر دیا جاتا رہا ہے کہ غیر ملکی ذرائع سے چلنے والے اور انگلش میڈیم اسکولوں سے جلد نجات حاصل کی جائے۔ مگر نہ کوئی جمہوریت ایسا کر سکی اور نہ مارشل لا۔ اب خدا کرے آپ کا کمیشن اس مہم کو سر کرانے میں مؤثر پارٹ ادا کر سکے۔

دوسرا مطالبہ جس کا بہت زیادہ تعلق اس سوال سے نہیں ہے، یہ ہے کہ عورتوں کے لیے الگ یونیورسٹی اور کالجوں کا اہتمام کرنا اشد ضروری ہے۔

ہماری تہذیبی تاریخ میں عقیدۂ توحید کے جو وسیع عمرانی اثرات پڑے، ان میں کئی ایسے واقعات شامل ہیں جو "وحدتِ نظامِ تعلیم" کے حق میں مُہرِ شہادت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مثلاً ایک واقعہ ——

ہارون اور مہدی (عباسی دور کے شہزادے) دونوں نے امام مالکؒ کے درسِ مؤطا میں یہ خواہش کی کہ ان کو دوسرے طلبہ سے الگ خیمۂ خلافت (شاہی) میں بیٹھ کر املا کرنے کی اجازت دی جائے۔ امام صاحب نے انکار کر دیا۔[1]

یعنی ہمارے یہاں کسی طرح کے فرق و امتیاز کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

چلتے چلتے ایک واقعہ اور سن لیجیے جس سے ہماری روایت واضح ہوتی ہے۔ خالد بن احمد ذہلی امیرِ بخارا

---

[1] حیاتِ مالکؒ از سید سلیمانؒ ندوی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے امام بخاری کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے گھر پر بلایا۔ مگر انہوں نے علمِ حدیث کے تقدس (اور عوامی مساوات) کو سامنے رکھتے ہوئے انکار کر دیا۔ پھر امیر بخارا نے چاہا کہ مدرسے کے اندر اس کے بچوں کو نشست اور سلوک میں ترجیح دی جائے۔ امام نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ امیر بخارا کو غصہ آیا اور انہوں نے امام کو شہر بدر کرا دیا۔ اِدھر تھوڑے ہی عرصے بعد خالد امیر بخارا کو معزول کر دیا گیا اور مخالفوں نے گدھے پر سوار کر کے اس کی تشہیر کرائی۔[1]

اب ہمارے ہاں اس روایت کے مطابق تعلیمی مساوات قائم ہونی چاہیے۔ جس کا اصل الاصول یہ ہو کہ تمام درس گاہوں کی تعلیمی اور امتحانی زبان اردو ہو گی، تمام مدارس میں ہر بچے کے لیے داخلے کا دروازہ کھلا ہو گا۔ سب جگہ نصاب و نصابی کتب ایک نہ بھی ہوں تو ان کا معیار ایک جیسا ہو گا، سب جگہ ماحول اور معیار اور وسائل یکساں ہوں گے۔ تمام طلبا کے لیے اسکولی لباس سادہ اور یکساں ہو گا، اور کسی بھی تعلیم گاہ سے ایک خاص سطح کے فارغ التحصیل طلبہ کو مختلف ملازمتوں اور انٹرویوز میں شامل ہونے کا یکساں موقع ملے گا۔ (مقررہ معیارِ تعلیم اور نمبروں وغیرہ کی شرط کے ساتھ)۔

اِس طرح مساوات کا اصول نظامِ تعلیم میں نافذ کرنے کے لیے کچھ طور اطوار اور شعائر میں مماثلت پیدا کرنی ہو گی — اور اس کے لیے دو چار سال کی مہلت دی جا سکتی ہے۔ مگر مہلت برائے التوائے بے جا نہیں!

(باقی)

---

[1] مظاہر حق۔ جلد ۱۔

© rasailojaraid.com